منظور احمد بھٹی مرحوم

حافظ عطاء المنعم بخاری

ایک تعارف:

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری (جنہیں مرحوم لکھتے ہوئے قلم کانپتا ہے) کی شادی ۱۹۱۴ء میں ہوئی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ حضرت شاہ جی کی سحر بیانی مسجد کے وعظ تک محدود تھی۔ ۱۹۱۹ء میں خلافت کے دنوں میں انھوں نے عملی سیاسیات میں قدم رکھا اور پھر آفتاب کی ہر کرن ان کے پائے استقلال میں لغزش پیدا نہ کر سکی۔ ۱۹۲۱ء میں حضرت شاہ جی (بہ سلسلہ تحریک خلافت، میانوالی جیل میں) اپنی پہلی اسیری سے لطف اندوز ہو رہے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں پہلی لڑکی سے نوازا، گھر میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔
شاہ جی جیل کی چار دیواری میں اللہ کی نوازش و عنایت کا شکر ادا کرنے کے لئے سر بہ سجود ہو گئے لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔
شاہ جی خود فرمایا کرتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ جس انسان سے کام لینا چاہتا ہے اس کو امتحان کی بھٹی میں ڈال کر کندن بنایا کرتا ہے چنانچہ یہی ہوا، باپ کو بیٹی کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوا اور شاہ جی نے جیل میں ہی موت کی باد سموم سے اس نوخیز کلی کے مرجھانے کی خبر سن لی۔ شاہ جی نے ایک صابر و شاکر انسان کی طرح اپنے مولا کی رضا کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور شکوہ و شکایت کا ایک لفظ بھی ان کی گفتار کو آلودہ نہ کر سکا۔
اس کے بعد شاہ جی کے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں لیکن وہ بھی یکے بعد دیگرے اللہ کو پیاری ہو گئیں۔
۱۹۲۶ء میں جب ملک میں راجپال کی دریدہ دہنی کے چرچے تھے اور حضرت شاہ جی دن رات ناموس رسالت کے لئے مسلمانوں کے دلوں میں جذبہ اور تڑپ پیدا کر رہے تھے، حکومت نے ملک بھر میں جلسوں کے انعقاد کو جبراً بند کر دیا تھا، شاہ جی کے شب و روز عجیب جدوجہد میں گزر رہے تھے۔ حکومت ان کو گرفتار کرنے پر تلی بیٹھی تھی۔ انہی دنوں اللہ تعالیٰ نے عطاء المنعم کے روپ میں شاہ جی کے گھر میں ایک چراغ روشن کیا جس سے شاہ جی کے قلب و نظر جگمگا اٹھے۔
حضرت شاہ جی انگریزی تعلیم و تہذیب کے سخت خلاف تھے۔ وہ انگریز کی ہر چیز سے متشددانہ نفرت کرتے تھے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت سے ان کی بغاوت اس لئے بھی تھی کہ یہ نبوت انگریز کی مصلحتوں کی پیداوار تھی۔ شاہ جی جو بات کہتے اس پر عمل بھی کرتے تھے۔ چنانچہ حافظ عطاء المنعم جب چلنے پھرنے اور بات کرنے کے قابل ہوئے تو انہیں خود دینی امور سے واقف کرایا، والدہ نے قرآنی آیات سے روشناس کرایا۔ اور پھر انہیں خیر المدارس جالندھر میں تحصیل علم کے لئے داخل کر دیا۔ باپ عاشق رسول ﷺ اور وقت کا سب سے بڑا خطیب، ماں قرآن شناس اور اسلامی تعلیمات میں ڈھلی ہوئی۔ اور مدرسہ خیر المدارس کے پیکر علم

و عمل اساتذہ کرام کی مشفقانہ درس و تدریس نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہیئے تھا۔ عطاء المنعم حافظِ قرآن، فقہ، حدیث تفسیر اور فلسفہ کے بحرِ ذخار میں ڈوب کر ابھرے اور کندن بن کر نکلے۔

عطاء المنعم کی شکل و صورت کے اعتبار سے تو حضرت امیر شریعت کی تصویر ہیں ہی لیکن علم و عمل کے میدان میں بھی شاہ جی کے نقشِ قدم پر گامزن ہیں۔ شاہ جی تو خیر مسلمانانِ عالم کے لئے ہی سرمایہ افتخار تھے لیکن حافظ عطاء المنعم خوش قسمت ہیں کہ شاہ جی کو حافظ جی پر ہمیشہ ناز رہا ہے۔

حافظ عطاء المنعم کو شروع سے ہی علم و ادب سے والہانہ عشق رہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ملتان میں "نادیۃ الادب الاسلامی" کے نام سے ایک ادبی ادارہ کی تشکیل کی اور اس ادارہ کے زیر اہتمام سہ ماہی "مستقبل" جاری کیا۔ مستقبل کی تحریروں میں ابو الکلام آزاد کا بانکپن۔ ظفر علی خاں کی شاعری، مولانا محمد علی جوہر کا جذبہ اور حضرت امیر شریعت کا عشق جھلکتا تھا۔ لیکن افسوس کہ مالی مشکلات نے اس قیمتی جریدہ کی جان لے لی۔

اس کے باوجود حافظ صاحب کا جذبہ سرد نہیں ہوا۔ انہوں نے ختم نبوت اور دیگر مسائل پر بعض قیمتی کتابچے تحریر کئے اور اس طرح اس مشن کی تکمیل میں حصہ لیا جس نے امیر شریعت کی زندگی کا احاطہ کیا ہوا تھا۔

حافظ عطاء المنعم ایک سلجھے ہوئے شاعر اور ایک منجھے ہوئے اہل قلم ہیں۔ ان کے شعروں میں ایک مقصد، ایک تڑپ اور ایک جذبہ رقص کرتا ہے اور ان کی تحریروں میں شگفتگی اور پاکیزگی جھلکتی ہے۔ تقریر کے میدان میں بھی حافظ جی بڑے بڑوں کے کان کترتے ہیں۔ وہ گھنٹوں بے تکان بولتے چلے جاتے ہیں اور سامعین کو بیان کی شگفتگی سے مسحور کئے رکھتے ہیں۔

آجکل حافظ صاحب مدرسہ خیر المدارس ملتان میں درس و تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ شاہ جی کی وفات کے بعد ان کے مرشدِ طریقت حضرت رائے پوری مدظلہ العالی نے حافظ عطاء المنعم صاحب کو بیعت لینے کی اجازت عطاء کر دی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حافظ جی کو یہ بار گراں اٹھانے کا اہل بنائے اور وہ اس مشن کو پورا کر سکیں جس کے لئے حضرت امیر شریعت عمر بھر جدوجہد کرتے رہے۔

(بشکریہ ماہنامہ تبصرہ لاہور نومبر ۱۹۶۱ء)

✿